کل ہند کانگریس کمیٹی کی میقات حیدرآباد کے موقع پر

حقیقی ہندوستان سواحل دکن تھے!

(عہد قدیم کا ہند)

از

علامہ حکیم سید شمس اللہ قادری (مرحوم) ماہر علوم آثار قدیمہ

لطف الدولہ اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

۲۴۔ اکتوبر ۱۹۵۸ء

اب سے ہزاروں سال پہلے دنیا کو مملکت ہندوستان سے سواحل دکن کے ذریعہ واقفیت ہوئی تھی۔ اس کا سبب سیاح اور تجار تھے۔ ان کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ اصل ہندوستان حقیقت میں دکن کا ساحلی علاقہ ہے جس کا ایک قابل لحاظ حصہ آج ریاست آندھرا پردیش میں شامل ہے۔ اس موضوع پر حیدر آباد کے نامور محقق علامہ حکیم سید شمس اللہ قادری مرحوم نے تحقیق فرمائی تھی۔ ان کی ریسرچ کی رو سے وہ تمام نظریے محتاج اصلاح قرار پاتے ہیں جس کی بنیاد پر قدیم ہندوستان کی تاریخ کی ابتدا شمال سے کی گئی ہے، اصولاً دکن سے ہونی چاہئے تھی۔ (سید احمد اللہ قادری)

ہندوستان جسے بھارت ورش (Bharata Varasha) بھی کہتے ہیں اپنے کوائف ارضی اور خصائص طبعی کے لحاظ سے قدرتی طور پر شمالاً جنوباً دو حصوں میں منقسم ہوگیا ہے۔ شمالی حصہ کوہستان ہمالیہ اور وندھیا کے مابین واقع ہے۔ جنوبی حصہ وندھیا کے نیچے دو سمندروں کے بیچ میں راس کماری تک چلا گیا ہے۔ وندھیا ان دونوں حصوں کی حد فاصل ہے۔ اس نے ان دونوں کو ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا۔ ان دونوں خطوں میں نہ صرف آب و ہوا کا اختلاف ہے بلکہ یہاں کے باشندوں کے رسم و رواج اور عادات و اطوار بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ بنگال جو وندھیا کے مشرق میں اور گجرات جو مغرب میں ہے۔ ان دونوں کو نہ تو شمالی حصہ سے تعلق ہے اور نہ جنوبی حصہ سے۔ بلکہ یہ دونوں خطے دو علیحدہ حصوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

کوہستان ہمالیہ کوہستان ہمالیہ جو ہندوستان کو وسط ایشیا سے جدا کرتا ہے۔ پندرہ سو میل تک لمبا چلا گیا ہے۔ اور دنیا کا سب سے بلند ترین پہاڑ ہے۔ اس میں کم سے کم پانچ سلسلے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ جنکی سو سے زیادہ چوٹیاں ایسی ہیں۔ جو بیس ہزار فیٹ سے زیادہ بلند اور ہمیشہ برف سے مستور رہتی ہیں۔

ہمالیہ کے شمالی پہلو پر کیلاس کے کوہستان میں مان سرور کی جھیل ہے۔ اس کے قریب برف کے تودوں سے۔ انڈس اور برہما پتر کے دریا نکلے ہیں۔ ان کے جانب جنوب مغرب کیدار ناتھ کوہستان میں گنگا کا منبع ہے۔ ان پہاڑوں کے متصل جانب شمال ایک کوہستانی سطح ملتی ہے۔

جو یورپ کی بلند سے بلند چوٹیوں سے بھی زیادہ بلند ہے۔ اس کو نہ تو ہندوستان سے تعلق ہے۔ اور نہ ترکستان سے۔ یہ خطہ بالکل بنجر اور افتادہ ہے۔

اس کو اہل توران "ارض الاجل" کہتے ہیں۔ اسی کے ایک کنارے قراقورم کا وہ کوہستان ہے جس کی ایک چوٹی ۲۸۲۷۸ فٹ بلند ہے۔

ہمالیہ کی شمالی وادی میں اندس آٹھ سو میل اور برہماپتر سات سو میل بہتے ہیں۔ اس کے بعد اندس وادی کشمیر میں ننگا پربت کے اطراف چکر کاٹ کر پنجاب سے گزرتا ہوا بحر عرب میں گرتا ہے، برہماپتر، ہمالیہ کے مشرقی گوشہ سے جانب جنوب مڑکر کھاسی اور گارو کے کوہستانوں سے گزر کر آسام اور مشرقی بنگال میں بہتا ہوا خلیج بنگال میں گرتا ہے۔ اس کو تبت میں سانگ فو، بھوٹیہ کے علاقہ میں دھانگ کہتے ہیں۔ آسام میں اس کی دو شاخیں ہوگئی ہیں۔ مشرقی شاخ میگھنا اور مغربی جونا کہلاتی ہے۔ اور جب اس کے ساتھ گنگا کی مشرقی دھار کا اتصال ہوتا ہے تو یہاں سے دہانہ تک اس کا نام پدما ہوگیا ہے۔

ہمالیہ کے جنوبی پہلو پر جانب مشرق بھوٹان، سکم اور نیپال کے علاقے ہیں۔ ان کو ایک خطرناک صحرا ہندوستان سے جدا کرتا ہے۔ نیپال میں ہمالیہ کی حقیقی شان نظر آتی ہے۔ اس کی بڑی بڑی چوٹیاں ایورسٹ، کنچن جنگا، دھول گیری اور گوری شنکر یہ سب اسی علاقہ میں واقع ہیں۔

کشمیر کا ملک جو آب و ہوا کی لطافت اور مناظر کی خوبیوں کے باعث ساری دنیا میں مشہور ہے ہمالیہ کے اخیر اور قراقورم کے ابتدائی حصوں میں دونوں کے درمیان واقع ہے۔ اس کی چوٹیاں ننگا پربت وغیرہ ہمیشہ برف پوش رہتی ہیں اور اس کا دارالحکومت سری نگر ایک خوبصورت جھیل پر آباد ہونے کے باعث ہندوستان کا وینس کہلاتا ہے۔ اس کی وادی تبت تک چلی گئی ہے اور اس کو جانب مشرق لداخ کا علاقہ تبت سے جدا کرتا ہے۔

ہمالیہ کے جنوبی پہلو پر جس طرح بھوٹان، سکم اور نیپال کے خطے ہیں اسی طرح شمالی پہلو پر تبت کی سطح مرتفع ہے جو دس ہزار سے سترہ ہزار فیٹ تک بلند ہے۔ اس کے جانب شمال کوین لون (Kwen Lun) التین طاغ (Altyn-Tagh) اور نان شان (Nan- Shan) کے کوہستان ہیں جو اس کو ختا اور ختن کے ممالک سے جدا کرتے ہیں۔ مارکوپولو (سنہ ۱۲۵۴ء تا ۱۳۲۳ء) نے اس کو غیر آباد اور ویران ملک بتایا ہے، برخلاف اس کے رشید الدین فضل اللہ (سنہ ۱۲۴۷ء تا ۱۳۱۸ء) اور حمد اللہ مستوفی (سنہ ۱۳۴۹ء وفات) نے اس کو نہایت آباد اور سرسبز و سیر حاصل ملک ظاہر کیا ہے۔ یہ دونوں محقق

مارکو پولو کے ہم زمانہ ہیں۔ اور انہوں نے اس کے دو بڑے بڑے شہروں کا بھی ذکر کیا ہے جن کے نام خرجان اور نقل شین تھے اور جن میں نہایت کثرت سے آبادی تھی اور خوب تجارت ہوا کرتی تھی۔ عبید بن شریہ نے جو امیر معاویہ ۱۶۶۱ھ تا ۶۷۹ء کا معاصر تھا بیان کرتا ہے کہ یمن کا حمیری بادشاہ شمر برعش جب مغرب سے مشرق تک ایران و خراسان و ترکستان میں قتل و غارت کرتا ہوا چین تک چلا آیا تو اپنی فوج کے تیس ہزار آدمی تبت میں آباد کئے تاکہ چین کے حملہ میں ضرورت پیش آئے تو ان کو مدد کے لئے طلب کیا جائے۔ (اخبار الملوک صفحہ ۴۳۳)

تبت کے جانب شمال مغرب پامیر کی سطح مرتفع ہے جو چودہ ہزار فٹ بلند ہے اور جس کو "بام دنیا" کہتے ہیں اور اس کے کوہستانی سلسلے تھیان شان، کیون لین، قراقورم اور ہندوکش وسط ایشیا کے تمام علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہندوکش کے سلسلے میں کوہ سیاہ، کوہ سفید اور کوہ بابا ہندوستان کو وسطی ایشیا سے جدا کرتے ہیں اور اس کی ایک اور شاخ کوہ سلیمان ایران، خراسان کے ممالک کو ہندوستان سے جدا کرتی ہوئی بحر ہند تک چلی گئی ہے۔

ہندوستان سے وسط ایشیا اور تبت و چین کے راستے

ہمالیہ کی عظیم الشان دیوار سے گزر کر ہندوستان میں آنے کے لئے اس کے دونوں گوشوں پر دو راستے ہیں۔ ایک جانب مشرق برہماپتر کی گھاٹی دوسری جانب مغرب دریائے کابل کی گھاٹی اور ہندوکش کے دروں سے۔ پہلا راستہ جنگل کی کثرت اور پانی کی افراط کے باعث نہایت مشکل اور دشوار گزار ہو گیا ہے۔ اسی راستے سے نہایت قدیم زمانہ میں چین کی بعض زرد فام اقوام ہندوستان میں آئی ہیں۔ اس کے مقابلہ میں مغربی راستہ نہایت آسان ہے۔ اسی راستے سے نہ صرف آریہ قوم ہندوستان میں آئی ہے بلکہ تمام حملہ آوروں نے بھی یہی راستہ اختیار کیا ہے۔ ان کے علاوہ کئی راستے سکم، نیپال، کماؤں اور کشمیر سے تبت اور چین کو جاتے ہیں۔ اور یہ بھی نہایت دشوار گزار ہیں اور ان سے صرف تاجروں کے چھوٹے چھوٹے کارواں نہایت مشکل سے گذرتے اور ہمالیہ کے غاروں اور ندی نالوں کو چھینکوں اور جھولوں کے ذریعہ عبور کرتے ہیں۔ سکم کے راستے سے چین و تبت کا جو سامان ہندوستان میں آتا ہے اس کی تجارت دارجیلنگ میں ہوتی ہے کماؤں کا راستہ گڑھوال کی ریاست میں ہوتا ہوا اس برفستانی سرزمین سے گزرتا ہے جہاں گنگا کے منابع ہیں۔ ہنود اس خطہ کو ہیماونت (Hymavant) کہتے، قدیم زمانہ سے نہایت مقدس سمجھتے اور اس کی اونچی اونچی چوٹیوں کو اپنے دیوتاؤں کا مسکن خیال کرتے ہیں۔

یہ راستہ نیتی (Niti) اور اونتادھرا (Untadhra) کے دروں سے نکل کر مان سرور کی جھیل کے قریب کیلاش سے ہوتا ہوا ارض الاجل کے کنارے کنارے تبت اور وہاں سے چین میں پہونچتا ہے۔ اسی راستے سے سلطان محمد بن تغلق نے ۷۳۸ھ میں چین کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اور اپنے ایک لاکھ سپاہی اس مہم پر روانہ کئے جو راستے ہی میں ہلاک ہو گئے۔ (مبارک شاہی) اس سے پہلے ۶۰۲ھ میں محمد بن بختیار خلجی نے سکم کے راستے سے تبت پر حملہ کیا تھا۔ اور دریائے بھاگ متی کو عبور کر کے تبت میں پہونچ گیا تھا۔ لیکن وہاں کی فوجی قوت سے ہراسان ہو کر واپس ہوا اور اس کا تمام لشکر بھاگ متی میں غرق ہو گیا۔ (طبقات ناصری) لداخ کے راستے سے ۱۰۷۶ھ میں سیف خان ناظم کشمیر کے ایلچی اورنگزیب عالمگیر کا فرمان لیکر تبت میں آئے تھے۔ جس کی بنا پر تبت والوں نے بادشاہ کی اطاعت منظور کر لی اور اپنے ملک میں ایک مسجد تعمیر کرا کے اس میں بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھوایا (مآثر عالمگیری صفحہ ۵۲)

مغربی جانب سے کوہستان میں ہو کر ہندوستان میں آنے کے لئے متعدد راستے ہیں۔ مثلاً کابل غزنی ہرات اور قندھار سے پشاور، اٹک، بنو، اور ملتان تک اور ان راستوں سے آمد و رفت کے لئے بہت سے درے ہیں مثلاً خاوک (Khawak) کوشان (Koshan) بامیان (Bamian) قرم (Khuram) شیر دہان (Sherdahan) شتر گردان (Shutargurdan) خیبر (Khaybar) گومل (Gomal) بولان (Bolan) وغیرہ۔

سکندر اعظم اپنے سپاہیوں کے ساتھ خاوک اور کوشان کے دروں سے ہندوستان میں داخل ہوا تھا۔ سلطان محمود نے اپنے ابتدائی حملے قرم اور خیبر کے دروں سے کئے تھے۔ اس نے جب ہرات فتح کر لیا۔ اور گومل کا درہ اس کے قبضہ میں آگیا تو گجرات اور سومنات پر غالباً اسی راستے سے اس نے حملہ کیا تھا۔ امیر تیمور نے غالباً بامیان یا قرم کے درے سے آکر بنو کے قریب دریائے سندھ کو عبور کیا تھا۔ بابر، نادر، اور احمد شاہ ابدالی خیبر اور جمرود سے گزر کر ہندوستان میں داخل ہوئے تھے۔

ہندوستان خاص یا شمالی حصہ ہمالیہ کے نیچے انڈس اور برہماپتر کے بیچ میں جو سطح میدان ہے اس کو زمانہ حال کے جغرافیہ نویس انڈس اور گنگا کی وادیاں کہتے ہیں۔ یہ ہندوستان کا سب سے زیادہ آباد اور زرخیز خطہ ہے۔ مہابھارت کی لڑائی اسی خطہ میں ہوئی تھی۔ بودھ اور مہابیر کی مقدس ہستیوں نے اسی خطہ میں ظہور کیا تھا۔

مسلمانوں نے ہندوستان میں آکر اپنی سلطنت سب سے پہلے اسی خطہ میں قایم کی تھی - غرض کہ تاریخ ہند کے بہت سے اہم اور انقلاب کن واقعات اسی خطہ سے تعلق رکھتے ہیں - اور اس کے بڑے بڑے اور تاریخ میں اہمیت رکھنے والے علاقے پنجاب، اودھ اور راجستان کے نام سے مشہور ہیں

پنجاب سے شمال مغرب کا وہ علاقہ مراد ہے جس کو پانچ دریا سیراب کرتے ہیں - ایک ستلج دوسرا جہلم، تیسرا چناب، چوتھا راوی پانچواں بیاس - ستلج کا منبع مان سرور کے قریب ہے جہلم اور چناب وادی کشمیر سے - راوی چمبہ سے - بیاس، وادی کلو سے نکلے ہیں - ستلج ان دریاؤں میں سب سے بڑا دریا ہے - جہلم اور راوی، چناب میں ملتے ہیں - چناب اور بیاس ستلج میں ملجاتے ہیں - پھر ان پانچ دریاؤں کا مجموعہ جس کو پنج ند (Panjnad) کہتے ہیں انڈس میں ملتا ہے - اور ان ہی پانچ دریاؤں کے باعث اس خطہ کو پنج آب کہا جاتا ہے - قدمائے ہنود نے اپنی مقدس کتابوں میں اس علاقہ کو ہفت آب بتایا ہے اور پانچ دریاؤں کے ساتھ انڈس اور سرسوتی کو بھی شامل کیا ہے قدیم زمانہ میں ایک دریا سرسوتی جمنا اور ستلج کے درمیان بہتا ہوا انڈس میں گرتا اور آریہ آبادی کی مشرقی سرحد سمجھا جاتا تھا - لیکن مدت ہوئی کہ ریگستان (Great Indian Desert) میں جذب ہو کر مفقود ہو گیا ہے - تاہم اس کی ایک دھار جو ریگستان میں غائب ہوجاتی ہے گھاگرا کے نام سے انبالہ کے پاس اس وقت بھی باقی ہے بعض لوگوں نے سرسوتی کی بجائے دریائے کابل کو ہفت آب کا ساتواں دریا سمجھا ہے لیکن عام طور پر یہ رائے مقبول نہیں ہوئی ہے

قدمائے ہنود نے اودھ کی بڑی تعریف کی ہے - رامائن میں اس کو جنتی ہوئی سرزمین کہا گیا ہے - مسلمان مورخ پورب یا دیار مشرق کے نام سے اسکا تذکرہ کرتے ہیں - یہ ملک گنگا اور اس کے بہت سے معاون دریا گومتی، راپتی، گنڈک، بھاگمتی اور کوسی سے سیراب ہوتا ہے -

گنگا جو ہندوستان کا سب سے بڑا مقدس دریا ہے - دو دھاروں کے ملنے سے بنا ہے - جن کے منابع کوہستان کیدارناتھ کے برفستان میں واقع ہیں - اس کی ایک دھار گنگوتری کے علاقہ میں تھاگر کے درے سے نکلی ہے جو ۱۳ ہزار فیٹ بلند ہے اور بھاگیرتی کہلاتی ہے - دوسری دھار جو الک نندا کہلاتی ہے - نیتی کے درے سے نکلی ہے یہ درہ بھی ۱۶ ہزار فیٹ بلند ہے یہ دونوں دھار کوہستان منصوری کے نیچے ریاست گڑھوال میں ملجاتے ہیں - اور یہاں سے یہ دریا گنگا کہلاتا ہے - سمندر میں گرنے سے پہلے قریباً تین سو میل کے فاصلے پر راج محل کے قریب اس کی دو شاخیں ہو گئی ہیں - مشرقی شاخ کو پدما اور مغربی شاخ کو ہوگلی کہتے ہیں - پدما کے ساتھ جب برہماپتر ملتا ہے تو اس کا وسط

بیس میل ہو جاتا ہے۔ ان دونوں شاخوں کے بیچ میں دہانوں کے قریب جو اراضی واقع ہے اس کو سندربن کہتے ہیں اور اس کے آس پاس بہت سے سرسبز وشاداب چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں جو شاہجہان کے وقت میں غیر آباد اور درندوں کا مسکن تھے۔ گنگا کے تمام معاون ہمالیہ سے نکلے ہیں۔ جمنا جو گنگا کے بعد سب سے بڑا دریا ہے۔ پریاگ میں اس سے مل گیا ہے۔

ملک دکن یا جنوبی حصہ دکن کے ملک کو تین طرف سے پہاڑوں نے گھیر رکھا ہے۔ وسط ہند کا مشہور کوہستان، وندھیا جو ہندوستان خاص اور دکن کے مابین حد فاصل ہے خلیج کھماج سے شروع ہو کر مشرق کی جانب دریائے نربدا کے کنارے کنارے سات سو میل تک چلا گیا ہے۔ اس کے نیچے نربدا اور تاپتی کے درمیان ست پڑا کا کوہستان ہے۔ یہ بھی خلیج کھماج سے شروع ہو کر مشرق کی جانب چھ سو میل چلا گیا ہے۔ اور اس کا وہ حصہ جہاں ۵۴۳۶ فیٹ کی بلندی پر پچمری آباد ہے مہادیو کا پہاڑ کہلاتا ہے۔ یہ دونوں پہاڑ امرکنٹک کے پاس جہاں نربدا کا منبع ہے ایک دوسرے سے مل گئے ہیں۔ یہاں سے جو سلسلہ شمال مشرق کی جانب گنگا کے مجرلے تک چلا گیا ہے۔ وہ کیمور کا کوہستان کہلاتا ہے۔ اور جو سلسلہ جنوب مشرق کی جانب مڑ کر بنگالہ تک پھیل گیا ہے اس کو میکال کا کوہستان کہتے ہیں۔

اس کے علاوہ مشرق اور مغرب کی جانب شمال سے جنوب تک پہاڑوں کے دو سلسلے پھیلے ہوئے ہیں۔ جو مشرقی اور مغربی گھاٹ کہلاتے ہیں۔ مغربی گھاٹ تاپتی کی وادی سے راس کماری تک قریباً ہزار میل لمبا چلا گیا ہے۔ اس کے اس حصہ میں جو احاطہ بمبئی میں واقع ہے مرہٹوں نے سو سے زیادہ قلعے تعمیر کئے ہیں۔ مثلاً راج گڑھ، پرتاب گڑھ، رائے گڑھ، سداشیو گڑھ، ویشال گڑھ وغیرہ اور ان کا ذکر تاریخ میں بار بار آیا ہے اور رائے گڑھ کا قلعہ سیواجی کا مستقر بھی رہا ہے۔ پونہ کے قریب بھور گھاٹ (Bhorghat) کا درہ دکن کا دروازہ کہلاتا ہے۔ مسلمان بادشاہوں کے عہد میں اسی درے سے ساحل تک آمد و رفت ہوا کرتی تھی۔ اور اس زمانے کے مشہور بندرگاہ چول اور دابل وغیرہ جہاں ساری دنیا سے جہاز آیا کرتے تھے، اسی درے کے قریب واقع تھے۔ گھاٹ کی بلندی شمال سے جنوب کی جانب تدریج بڑھتی گئی ہے۔ بمبئی کے قریب اس کی سب سے اونچی چوٹی کلسوبائی ۵۴۲۷ فیٹ بلند ہے۔ لیکن مہابلیشور کا پہاڑ جو پونہ کے قریب ہے موسم گرما میں تبدیل آب و ہوا کے لئے بہتر مقام سمجھا گیا ہے میسور کے ملک میں اس کی دس سے زیادہ چوٹیاں پانچ ہزار فیٹ سے زیادہ بلند ہیں۔ مثلاً بیر ہماگری ۵۲۷۶

فیٹ بابا بودھن ۶۲۱۴ فیٹ، ملائی گیری ۶۳۴۲ فیٹ وغیرہ شیموگا کے علاقہ میں شراوتی (Sheravati)
جب گھاٹ سے گزرتی ہے تو اس کے ایک درّے نے ایک عظیم الشان آبشار پیدا کر دیا ہے۔
جس کو جرسوپہ (Gersoppa) کہتے ہیں اس کا پانی ۹۶۰ فیٹ کی بلندی سے گرتا ہے اور یہ
دنیا کا سب سے بلند آبشار ہے۔ اس کے چار دھارے ہیں جو چار علیحدہ علیحدہ ناموں سے موسوم
ہیں۔ ایک راجہ (Raja) دوسرا روریر (Roarer) تیسرا راکٹ (Rocket) چوتھا دوم
بلانچ (Dum Blanche) ان میں راجہ سب سے بڑا اور چوڑا ہے۔ سنہ ۱۸۵۶ء میں اس آبشار
کی پیمائش ہوئی ہے۔ میسور کے حدود ختم ہونے کے بعد مدراس کے علاقہ میں اس کے ساتھ مشرقی
گھاٹ مل گیا ہے۔ اور اسی جگہ نیل گری کا کوہستان جس کی چوٹیاں اوٹی کمنڈ فیٹ اور
ڈوڈابیٹا ۸۷۶۰ فیٹ بلند ہیں۔ کوہستان نیل گری کے جنوب کی طرف اس سلسلہ میں سولہ میل کا رخنہ
واقع ہوا ہے۔ جس کو پال گھاٹ کہتے ہیں۔ اور یہاں پہاڑ کی بلندی صرف ہزار فیٹ رہ گئی ہے
اور یہ ساحلی علاقہ میں آمدورفت کے لئے ایک اچھا راستہ بن گیا ہے۔ اس کے بعد پہاڑوں کی
بلندی پھر بڑھنی شروع ہوتی ہے۔ اور یہاں اس کا نام کوہستان اناملی ہے۔ یہ پہاڑ دو شاخوں
میں تقسیم ہو گیا ہے۔ ایک جانب جنوب دوسری جانب مشرق۔ جنوبی شاخ کو کاردمم یعنے
الائچی کے پہاڑ کہتے ہیں۔ اور اس کے جانب مغرب ساحلی علاقہ میں کوچین اور ٹراونکور
کی ریاستیں ہیں۔ مشرقی شاخ پالنی کہلاتی ہے اور اس کی سب سے اونچی چوٹی انے مودی
(Anai Mudi) ۸۸۴۱ فیٹ بلند ہے۔ اس کے قریب جانب جنوب ایک بلند حصہ
میں جو ۶۸۵۵ فیٹ اونچا ہے کوڈی کینال (Kodi Kenal) واقع ہے۔ آبادی سے
تین میل دور ۷۶۸۸ فیٹ کی بلندی پر گورنمنٹ آف انڈیا کا شہرہ آفاق رصد خانہ ہے
جہاں سے اطراف واکناف کے مناظر خوب نظر آتے ہیں۔ اس سے ملا ہوا جو سلسلہ راس کماری
تک چلا گیا ہے۔ اس کی خاص خاص چوٹیاں یہ ہیں۔ شیواگری (Sivagiri) ۵۷۴۸ فیٹ
کوٹی ملائے (Kotimalai) ۶۶۰۴ فٹ، آگستیا ملائے (Agastyamalai) ۶۱۳۲
فیٹ مہندراگری (Mahandragiri) ۵۴۴۷ فیٹ۔ انتہائی جنوب کی یہ سب سے اخیر
چوٹی ہے۔

مشرقی گھاٹ نہ تو مغربی گھاٹ کے مانند بلند ہے۔ اور نہ اس کا سلسلہ بلا فصل
اخیر تک چلا گیا ہے۔ بلکہ اس میں جگہ جگہ رخنے پڑے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے ساحل کا

خاندان کی آمدنی میں اضافے کے لئے گھریلو صنعتوں کی تربیت اور تعلیم کی طرف یہ لوگ خاص توجہ برتتے ہیں۔ چھوٹے بچوں کو دودھ اور کاڈ لیور آئیل دیا جاتا ہے تاکہ ان کی صحت اچھی ہو۔ یہ محکمہ پست اقوام آدی واسی اور ہریجن بہنوں میں خاص طور پر اپنا کام کر رہا ہے۔ اسی طرح بے سہارا بیواؤں اور گھر سے نکالی گئی خواتین وغیرہ کو پیر سے بسانے کا کام بھی ان لوگوں نے اپنے ذمے لیا ہے۔ اس محکمے کی جانب سے کستوربا میموریل فنڈ کی امداد ضلع مغربی گوداوری میں بیتا نگرم پر ایک سروس ہوم چلایا جا رہا ہے۔ اس محکمے کی ۳۶ شاخیں ۸ مراکز بہبودی اطفال، ۷ آدی واسی امدادی مرکز اور ۵ پست اقوام کی بہنوں کے مرکز کام کر رہے ہیں۔ دوسرے پانچ سالہ منصوبے کے تحت اس محکمے کے ذریعے تین سروس ہوم جس میں سے ہر ایک میں ایک سو پچاس بہنیں اور ۶۰ بچے رکھے جائیں گے۔ اور آدی واسی جاتیوں کے لئے ۱۲ مرکز کھولنے کی تجویز ہے۔

وینس ویلفیر ڈیپارٹمنٹ کے علاوہ ریاستی حکومت کا ترقیاتی محکمہ بھی کمیونٹی ڈیولپمنٹ اور نیشنل ایکسٹنشن سروس بلاکس میں عورتوں اور بچوں کی بہبودی کے پروگرام کو خصوصی اہمیت دیتا ہے۔ ہر ایک بلاک میں سات سے دس گاؤں تک کے لئے ایک ایک ٹرینڈ گرام سیویکا مقرر کی جاتی ہے جو خاص طور پر خواتین اور بچوں کی صحت اور تعلیم پر دھیان دیتی ہے اور مقامی بہنوں میں تہذیبی اور ترقیاتی کاموں میں دلچسپی بڑھانے کی کوشش کرتی ہے

آندھرا پردیش میں کئی عوامی ادارے شہروں اور دیہاتوں میں خواتین سدھار کا کام کر رہے ہیں ان میں سے چند کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔ اکھل بھارتی ہیلا پریشد کی صوبہ واری شاخ اس قسم کی ایک اہم انجمن ہے۔ یہ انجمن خواتین کے سماجی اور قانونی حقوق پر غور کر کے اکثر تعلیم یافتہ بہنوں کے نظریوں کو عوام اور سرکار کے سامنے رکھتی ہے۔ حیدرآباد شہر کی شاخ ایک خواتین کا ہاسٹل اور ایک لڑکیوں کا اسکول چلا رہا ہے۔ اس سال اکھل بھارتی ہیلا پریشد کی ستائیسویں کانفرنس بھی شہر حیدرآباد میں منعقد کی جارہی ہے اس کانفرنس میں بھارت کے ہر ایک اسٹیٹ سے ڈیلیگیٹ خواتین حصہ لیں گی۔ اور خواتین کے اہم مسائل کے بارے میں نیا پروگرام مرتب کریں گی۔

انڈین کانفرنس آف سوشیل ورک جو کہ ایک کل ہند ادارہ ہے اس کی شاخیں بھی سماج سدھار کے میدان میں شہر حیدرآباد کے اور آندھرا کے مختلف ضلعوں میں نمایاں کام

کر رہی ہیں۔ اس ادارے کے کارکنوں میں خواتین کو خاص مقام حاصل ہے۔ اس ادارے
کا سب سے بڑا کام حیدرآباد میں ایک کیانسر ہسپتال کا قیام ہے۔ اس ہاسپٹل کے لئے یہاں
کے سماجی کارکنوں اور خاص طور پر خواتین نے ۱۵ لاکھ روپے اکھٹے کئے جس سے ایک بہت
عمدہ عمارت تیار کی گئی اور اسے دواخانے کی ضرورتوں کے پورے سامان سے آراستہ کیا
گیا اس طرح حیدرآباد ویمنس اینڈ چلڈرنس میڈیکل ایڈ اسوسی ایشن نے ۳۰ لاکھ روپے
کی گراں قدر رقم جمع کرکے نیلوفر ہسپتال جو خواتین اور بچوں کا دواخانہ ہے کی عمارت تعمیر
کرائی اب یہ دونوں دواخانے حکومت کی جانب سے چلائے جا رہے ہیں۔ کچھ نئیں ہسپتال
ورکرس ویلفیر سوسائیٹی کے ذریعے یہاں کے سب دواخانوں میں غریب بیماروں کو مدد پہنچانے
اور ان کی دل بھلائی کے لئے کام کر رہی ہیں۔ آل انڈیا فیملی پلاننگ ایسوسی ایشن کی ایک شاخ بھی
یہاں بہت عمدہ کام کر رہی ہے۔

یہ انجمن حیدرآباد اور سکندرآباد میں آٹھ کلینکس چلا رہی ہے جن میں شادی شدہ بہنوں
کو فیملی پلاننگ کے طریقے بتائے جاتے ہیں ان ذریعوں سے اب تک ہزاروں بہنوں نے
فائدہ اٹھایا ہے۔ یہ انجمن اب اپنا کام ضلعوں اور گاؤں میں بھی بڑھا رہی ہے۔ اور
اس اسوسی ایشن نے (۲۰) مزید مرکزوں کے قیام کی اسکیم بھی تیار کر لی ہے۔

تعلیمی اور تہذیبی سرگرمیوں کے سلسلے میں جو ادارے کام کر رہے ہیں ان میں سہیلا
نوجیون منڈل، آندھرا یووتی منڈلی کو خاص اہمیت حاصل ہے آندھرا یووتی منڈلی نے
اپنا ایک بڑا ہال تعمیر کیا ہے جس میں اس شہر کے اکثر تعلیمی اور تہذیبی جلسے ہوتے رہتے
ہیں یہ منڈلی چھوٹے بچوں اور بچیوں کے لئے ایک اسکول بھی چلا رہی ہے سہیلا نوجیون
منڈل نے بلبل ہند سروجنی نائیڈو کی یاد میں ایک سروجنی ہال کی تعمیر کی ہے جس کا افتتاح
پچھلے نومبر میں پردھان منتری پنڈت جواہر لال نہرو نے کیا۔ اس ہال میں رقص موسیقی اور
ناٹکوں وغیرہ کے پروگرام کے علاوہ مختلف عوامی اداروں کے جلسے وغیرہ اکثر ہوتے رہتے ہیں
سہیلا نوجیون منڈل کی اپنی ایک علحدہ عمارت بھی ہے جس میں ایک ہمہ مقصدی ہائی اسکول
ایک مونٹسری اسکول ایک سیوا سدن ایک خواتین کلب اور ایک کتب خانہ چلایا جا رہا ہے
چھوٹے بچوں کے کھیل کود کے لئے ایک "بالکنجی باری" کا مرکز بھی منڈل کے ذریعے چلایا جا رہا
ہے بے سہارا بہنوں کو اپنا بوجھ آپ اٹھانے کے قابل بنانے کے لئے منڈل کے ذریعے

مختلف محلوں میں دستکاری کے مرکز بھی چلائے جا رہے ہیں اس طرح گجراتی بھگنی سماج اور ہمارا شہر بھگنی منڈلی اور انجمن خواتین دکن بھی اپنے اپنے پروگرام کے مطابق بہت ہی اہم خدمات انجام دے رہے ہیں۔ خواتین کے خانگی تعلیمی اداروں کے ذریعے ایک کالج اور کئی ہائی اسکول بھی چلا رہے ہیں جن میں سے تین ہائی اسکولوں کا ذریعہ تعلیم ہندی ہے بھٹکی ہوئی لڑکیوں کو دوبارہ بسانے کا کام ناری سدھار سمیتی نام کی ایک انجمن کر رہی ہے۔ جس کے ذریعے ایک رسکیو ہوم چلایا جا رہا ہے بے سہارا بہنوں کی امداد کے لئے اندرا سیوا سدن نام کی ایک انجمن بھی قابل قدر خدمات انجام دے رہی ہے۔ یہ انجمن ایک فاؤنڈلنگ ہوم اور بال نواس چلا رہی ہے۔

کھیل کود کے شعبے میں بھی یہاں کی بہنیں کافی دلچسپی لیتی ہیں۔ ٹینس بیاڈمنٹین، ڈی نس ہاکی باسکٹ بال ٹیبل ٹینس وغیرہ کے مقابلوں میں یہاں کی لڑکیوں اور نوجوان بہنوں نے دیش بھر میں نام پیدا کیا ہے۔

موسیقی، رقص، مصوری اور ناٹک وغیرہ کے شعبے میں بھی آندھرا کی خواتین کو نمایاں اہمیت حاصل ہے۔ حیدرآباد آرٹ سوسائٹی اس رسکیو ہوم کے ذریعے اب تک کئی بھولی اور بھٹکی ہوئی لڑکیوں کو جو معاشی تنگی اور بدحالی کے سبب اس طرح کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوگئی تھیں دوبارہ بسایا جا چکا ہے۔ حیدرآباد اکاڈمی آف ڈانس ڈرامہ اینڈ میوزک کلا منڈل وغیرہ تہذیبی اداروں کے ذریعے خواتین فنون لطیفہ کی ترقی میں پورا پورا تعاون کر رہی ہیں۔

آندھرا پردیش نے تاریخ کی مشہور عالم خواتین کو جنم دیا ہے۔ مرحومہ شریمتی سروجنی دیوی پر حیدرآبادی بہنیں اور سارا ملک ناز کرتا ہے شریمتی درگا بائی دیسمکھ کماری پدماجا نائیڈو اور یہاں کی بہت سی خاص خواتین ملک کی نمایاں خدمت کے ذریعے اس پردیش کے طبقۂ نسواں کا سر اونچا کر رہی ہیں۔ آج ہمارا ملک عوام کی تعلیمی تہذیبی اور سماجی ترقی کے جس عظیم کام کی تکمیل میں لگا ہوا ہے اس میں آندھرا پردیش کی خواتین بھی اپنا حصہ برابر ادا کر رہی ہیں تاکہ ہمارا ملک انسانیت اور انسان کی خوشحالی کے راستے پر کامیابی کے ساتھ آگے بڑھتا رہے۔

سالار جنگ میوزیم

سالار جنگ میوزیم عجائبات عالم کا وہ مجموعہ ہے جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے سارے ایشیا میں عدیم المثال ہے۔ اور اس نظر سے کہ یہ ایک شخص کا جمع کردہ عجائب خانہ ہے ساری دنیا میں بے نظیر ہے۔ نواب میر یوسف علیخاں سالار جنگ سوم ایک ممتاز خاندان کے آخری رکن تھے۔ انھوں نے اپنی ساری زندگی اور اپنی دولت نوادرات کے فراہم کرنے میں صرف کردی۔ ان کی تنہا کوششوں نے ملک کے لئے ایک ایسا سرمایہ مہیا کر دیا جو بقول مولانا آزاد "سلطنتوں کی کوششوں سے بھی ہمیشہ فراہم نہیں ہوا کرتا"

میوزیم کے تین شعبے یعنی شعبۂ اطفال، شعبۂ مشرقی اور شعبۂ مغربی دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہر ہر شعبہ میں نوادرات کی کثرت، انوکھا پن اور دلفریبی دیکھنے والے کو محو حیرت کر دیتی ہے بچوں کے کھلونے جو ایشیائی اور یورپی ممالک کے ساختہ ہیں ایک عجیب و دلکش منظر پیش کرتے ہیں۔ یہاں دہلی اور لکھنؤ کے کاریگروں کی صنعت گری خراج تحسین حاصل کرتی ہے اس کے ساتھ ہی بیرون ہند کے صناعوں کا کمال نگاہوں کو خیرہ کر دیتا ہے۔

سالار جنگ میوزیم اپنی مختلف اور گوناگوں خصوصیات کے اعتبار سے حیدر آباد کیلئے باعث فخر ہے، آندھرا پردیش کیلئے سرمایۂ افتخار ہے اور ہندوستان کیلئے عظمت و وقار کا ایسا سرمایہ ہے جسے بغیر کسی تکلف و تصنع بے مثال ولاجواب کہا جاتا ہے۔ سالار جنگ میوزیم دیکھنے والے سیاح اس حقیقت کی گواہی دیتے ہیں کہ ایسا نادر و عدیم المثال ذخیرہ ایشیا تو کیا دنیا کے کسی خطہ میں بھی موجود نہیں ہے۔ انسان میں جب سے تہذیبی شعور پیدا ہوا ہے وہ حسن کاری کے نمونوں اور آرٹ کے نقوش کو محفوظ کرتا چلا آیا ہے۔ اچھی چیز کی حفاظت کرنا اور ایسی اشیاء کو جن سے حسن اور فن کی عظمت وابستہ ہو دست برد زمانہ سے بچانا ہر مہذب اور متمدن انسان کی طبیعت ثانیہ ہے۔ اگر یہ صورت حال نہ ہوتی تو آج دنیا ایسی بہت سی چیزوں سے محروم ہو جاتی۔ جو حسن اور مسرت کا احساس پیدا کر کے دیکھنے والوں کی دل بستگی کا سامان فراہم کرتی ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی ملک کا اعزاز و وقار محض عالیشان عمارتوں اور بڑی بڑی فیکٹریوں سے وابستہ نہیں ہوتا بلکہ جب ہم کسی قوم کا معیار مقرر کرنیکی کوشش کرتے ہیں تو دوسری چیزوں کے ساتھ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس قوم میں تہذیب کی اعلیٰ قدروں یعنی حسن اور فن کاری کا ذوق کہاں تک ہے یہی نقطہ نظر تھا جس نے ساری دنیا میں میوزیم اور عجائب گھروں کو رواج دیا، اور حسین و نادر اشیاء کو محفوظ رکھنے اور لطف اٹھانے کی جد و جہد قومی فرائض و مصروفیات میں شامل ہو گئی آج دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں میوزیم اور عجائب گھر موجود ہیں ان پر ان ملکوں کے باشندے بجا طور پر فخر کرتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تمام مقامات جہاں آرٹ اور حسن کے نوادر جمع ہوں انسانی تہذیب کے ارتقاء کا ثبوت ہیں اور ایک ایسا سرمایہ ہیں جس کی موجودگی انسان کے مہذب اور متمدن ہونے کی دلیل بھی جا سکتی ہے۔

اگر آپ تحقیق و جستجو سے کام لیں تو پتہ چلے گا کہ دنیا میں اس وقت جتنے بھی عجائب گھر یا میوزیم موجود ہیں وہ سب اجتماعی کوششوں کا نتیجہ ہیں بلکہ اکثر صورتوں میں تو معلوم ہوتا ہے کہ صدیوں تک کسی مقام کے رہنے والے یا وہاں کی حکومت اپنے تمام ذرائع و وسائل سے کام لیکر نوادر و عجائب کا ایک ایسا ذخیرہ جمع کر سکی جس میں لوگوں کی نگاہوں کو جذب کرنیکی کشش اور صلاحیت پائی جاتی ہے، عجائب گھروں کے اس تقابلی مطالعہ کے وقت صرف سالار جنگ میوزیم ہی اس خصوصیت کا حامل نظر آتا ہے کہ اس میں جو حیرت انگیز اور نادر الوجود چیزیں جمع ہیں وہ صرف ایک شخص کی بے مثال دلچسپی اور لازوال شوق کا نتیجہ ہیں۔